ĪQĀN -Vol: 04, Issue: 02, Jun-2022
DOI·10.36755/iqan142.2022,PP: 85-95

OPEN ACCESS
Name
3336-2617pISSN:
3700-2617eISSN:
www.iqan.com.pk

قرآن حکیم کا تصور معاشی فلاح و بہبود

Quranic Concept of Economic Welfare

* **Dr. Sadia Gulzar** <sadia.is@pu.edu.pk>
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies,University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Version of Record
Received: 30-April-22; **Accepted** :13-May-22; **Online/Print**: 30-Jun-22

ABSTRACT

Islam Quran lays emphasis on the economic welfare of humanity. Allah Almighty decreed ruler to work for the welfare of individuals. Muslims have been asked at many places in Holy Quran to help their needy poor fellow, so that the people in a society continue to help each other, class difference may not come into existence and no one in society is left needy. Quranic concept of economic welfare lays stress on that kind of economic prosperity in which the people of society are spiritually and mentally calm and satisfied. It educates individuals in a way that may help them succeed in both worlds. Quranic teachings of circulation of wealth make welfare a phenomenon common to all classes of society, so that clash between different classes of society may be avoided. A Muslim also purifies his soul from all kinds of impurities with the help of Infaq fi Sabil-il-Allah and may hope to seek reward of this in hereafter. Allah Almighty commands to build the structure of economic growth on the foundation of best morals. Allah Almighty declares clearly in Holy Quran that nations or Individual would be punished when they violate His commands. To work for attaining the worldly benefits, without violating the rules of Shariah is a collective as well as an individual responsibility. The purpose of this research paper is to highlight the importance of Quranic concept of economic welfare in present era. The research paper follows descriptive and analytical approach.

Keywords: *Quran, Economic Welfare, People, Society, Morals, Hereafter*

CC BY

قرآن حکیم مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی گزارنے کے تمام پہلوؤں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں پسماندہ طبقہ کی خوشحالی کی ذمہ داری حاکم وقت اور معاشی طور پر مستحکم افراد معاشرہ پر عائد کی گئی ہے۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عوام کی خوشحالی کے لیے معاشی پالیسیوں کی تشکیل اور ان کا عملی نفاذ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے ادوار میں کیا گیا۔ عصر حاضر میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے قرآن کے پیش کردہ معاشی نظام کا نفاذ ضروری ہے تاکہ افراد مادی اور روحانی طور پر خوشحال ہو سکیں۔ قرآن کا موضوع انسان ہے۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشاں رہے۔ ریاست مدینہ کی بنیاد رکھنے کے بعد زکوٰۃ کے نظام کا نفاذ کیا گیا۔ نیز صدقات کی بھی ترغیب دی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے موقع پر بھی اُمت کے مظلوم طبقہ غلاموں کے لیے فکر مند تھے۔ قرآن حکیم کے معاشی فلاح و بہبود کے اصولوں سے رہنمائی لینے سے مسلم معاشروں کے معاشی خوشحالی ممکن ہے۔ مقالہ ہذا میں عصر حاضر میں قرآن کے تصور معاشی فلاح و بہبود کی ضرورت و اہمیت پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآن کا تصور معاشی فلاح و بہبود:

- یہ تصور ایسی معاشی خوشحالی کا خواہاں جس سے معاشرے کے تمام طبقات مستفید ہو سکیں تاکہ طبقاتی کشمکش جنم نہ لے سکے۔
- عوام کی مادی اور روحانی فلاح کا ضامن ہے تاکہ مادی ضروریات کی فراوانی کے ساتھ تزکیہ نفس کا بھی اہتمام ہو سکے۔
- ایسے افراد معاشرہ تیار کرنا ہے جو دنیاوی اور اخروی دونوں زندگی میں سرخرو ہو سکیں۔

عوام کی خوشحالی کے لیے اقدامات:

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ انسان اپنی مادی اور غیر مادی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اگرچہ حق معیشت میں سب برابر ہیں۔ لیکن درجات معیشت میں سب برابر نہیں ہیں۔ یہ درجات کا تفاوت فطری ہے۔ قرآن حکیم میں درجات معیشت میں تفاوت کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

- افراد معاشرہ ایک دوسرے کی خدمت کریں اور تعاون کریں۔[1]
- مال بطور آزمائش ہے۔ آیا غنی شخص غرباء کی اعانت پر مال خرچ کرتا ہے کہ نہیں؟[2]

اجتماعی سطح پر عوام کی خوشحالی کے لیے اقدامات حاکم وقت کے ذمہ ہے۔ نادار افراد کی معاشی کفالت کا اہم مالی ذریعہ اور فریضہ زکوۃ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"[3]

---

[1] الزخرف،32

Al-Zūkhrūf,32

[2] الانعام،165

Al-An'am,165

[3] الحج،41

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے"

اسی طرح انفرادی سطح پر قرآن کا معاشی نظام انسانی فلاح کی ترقی کے لیے انفاق فی سبیل اللہ سے متعارف کرواتا ہے۔ زکوۃ اور صدقات کی ادائیگی کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ"[1]

"بے شک صدقہ و خیرات دینے والے مرد اور صدقہ و خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ کے طور پر قرض دیا۔ یہ ان کے لیے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے بہت بڑا عزت والا اجر ہے"

"وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ"[2]

"جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا"

اسلام میں جذبہ اُخوت کے تحت معاشرے کہ نادار اور کم استطاعت رکھنے والے افراد کی طرف وسائل رزق کو اس طرح منتقل کیا جاتا ہے تاکہ وہ مستقل طور پر معاشرہ کے کارآمد رکن بن سکیں۔ معاشرے کے نادار اور بے سہارا افراد کی اعانت کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں، معاشرے میں اونچ نیچ جنم نہ لے اور کوئی ضرورت مند بھی باقی نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (کَیْ لَا یَکُونَ دُولَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ[3]، تاکہ تمھارے دولت مندوں کے ہاتھ ہی میں مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔) غربت کا مسئلہ نظام زکوۃ وصدقات کا قائم کرنے سے حل ہو سکتا ہے۔ (وفِیْ امْوَا لِھِمْ حَق لِّلسّا ئِلِ والْمَحْرُوم[4]، اور اُن کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔)۔ (ارشاد نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے کہ دولت امراء سے لے کر غرباء میں تقسیم کی جائے۔(انّ اللہ افترض علیھم صدقۃً فی امو الھم تؤ خذ من اغنیآ ئھم و تردّ علی فقر آئھم[5] اللہ تعالیٰ نے ان

Al-Hajj,41

[1] الحدید، 18

Al-Ḥadīd ,18

[2] الانفال، 60

Al-Anfāl,60

[3] الحشر، 7

Al-Ḥashar ,7

[4] الذریت، 19

Al- Dāriyāt ,19

[5] محمد بن اسماعیل، البخاری، **الجامع الصحیح**، (الریاض: دار السلام، 1999ء)، حدیث نمبر: 1395

Mūḥammad bin Ismāʿī, Al-Bukhārī, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, (Riyadh:Dār-al-Salām, 1999), Ḥadīth#1395

کے مالوں پر زکوۃ عائد کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے اور ان کے ضرورت مندوں کو دی جائے۔)۔[1] زکوۃ کی وصولی میں یہ اصول واضح کہ صاحب نصاب سے وصول کر کے غرباء اور فقراء کی اعانت پر خرچ کی جائے۔ زکوۃ کے علاوہ شریعت اسلامیہ نے صدقات واجبہ کا حکم دیا ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا گیا ہے۔ (ان فی المال حقا سوی الزکاۃ[2]، یقیناً مال میں زکوۃ کے سوا بھی حق (غیر متعین و غیر مستقل) ہے۔)۔ صدقات واجبہ میں بھی اصول العفو کو مد نظر رکھا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ[3] (اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہیں) کتنا مال خرچ کریں؟ کہہ دیجیے جتنا (ضرورت سے) زائد ہو۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: (افضل الصدقة ما ترك غنى،[4] سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جسے دے کر دینے والا مالدار ہی رہے۔) یعنی انسان اپنی ضروریات کو پورا کرے اور مستقبل کی ضروریات کے لیے بچا کے رکھ سکتا ہے۔ اسلام میں صدقات و کفارات کی ادائیگی کا اہم مقصد فقراء اور مساکین کی اعانت ہے۔ عید کی خوشیوں میں معاشرے کے نادار افراد کو شریک کرنے کے لیے صدقہ فطر رکھا گیا۔ یہ ہر مسلمان آزاد، غلام، مرد و عورت اور بچے پر ادا کرنا لازم ہے۔[5] اسلام میں غریبوں کی اعانت کے لیے کفارات کا نظام بھی متعارف کروایا جیسا کہ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک غلام کو آزاد کرنا مقرر کیا۔[6] اسی طرح ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا یا روزے رکھنا ہے۔[7] کفارات کی ادائیگی سے غرباء اور مساکین کی ضروریات بطریق احسن پوری ہو سکتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں وراثت اور وصیت کا بھی حکم ملتا ہے۔ جس سے ارتکاز دولت کا مسئلہ جنم نہیں لیتا۔ اسلامی ریاست میں حکمران عوام کی معاشی حاجات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا ارشاد ہے کہ جو مقروض قرض ادا نہ کر سکے گا اس کا قرض ریاست (حکومت) ادا کرے گی۔[8] عوام کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اور عدل اجتماعی کا قیام حکومت کی ذمہ

---

[1] محمد داحمد غازی، **محاضرات معیشت و تجارت**، (لاہور: الفیصل ناشران و کتب، 2010ء)، ص38

Māhmūd Ahmed Ghazī, **Mūhāzrāt e Maīshat o Tijārat**, (Lahore: Al-Faīsal Nāshrān o Kūtab, 2010), p.38

[2] محمد بن عیسی، الترمذی، **السنن**، (الریاض: دارالسلام، 1999ء)، حدیث نمبر: 660

Muḥammad bin ʿĪs, Al-Tirmidhī, **Al-Sūnan**, (Riyadh: Dār-al-Salām, 1999), Ḥadīth#660

[3] البقرۃ، 219

Al Baqarā, 219

[4] محمد بن اسماعیل، البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر: 5355

Mūḥammad bin Ismāʿīl, Al-Bukhārī, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, Ḥadīth# 5355

[5] ایضاً، حدیث نمبر: 1503;1504

Ibid, Ḥadīth# 1503;1504

[6] المائدۃ، 89

Al Māīdah, 89

[7] المجادلۃ، 3-4

Al-Mujādilah , 3-4

[8] سلیمان بن اشعث بن اسحاق، ابو داؤد، **السنن**، (الریاض: دارالسلام، 1999ء)، حدیث نمبر: 3343

Sulaymān bin al-Ash'ath bin Isḥāq , Abū Dāwūd, **Al-Sūnan**, (Riyadh: Dār-al-Salām, 1999), Ḥadīth#3343

داری ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد حکومت کی معاشی پالیسیوں سے مستفید ہو سکیں۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلفاء راشدین کی معاشی پالیسیوں میں عوام کی فلاح و بہبود کو اولین ترجیح حاصل تھی جس کی وجہ سے عوام معاشی طور پر خوشحال تھی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات سے آگاہی کے لیے گشت فرماتے۔ ایک رات آپؓ نے ایک عورت کو بچوں کے ساتھ بھوکا پایا۔ عورت نے خلیفہ وقت کے بارے میں شکایت کی وہ ہم پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے حال سے غافل ہے۔ اس کا ازالہ کرنے کے لیے حضرت عمرؓ بیت المال سے آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر لاد کر عورت کے پاس لے گئے اور خود کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا۔[1] آپؓ کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ رعایا کا کوئی فرد اپنے آپ کو بے آسرا اور بے سہارا محسوس نہ کرے اور کسی کو عدم تحفظ کا احساس نہ ہو۔ خلافت راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بچوں، اپاہج اور معذوروں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ معاشی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دینے کے لیے قرآن حکیم میں بددیانتی سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَآ اَيُّهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّـٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُـوٓا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"[2]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو"

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ ایک رعیت دے دے، پھر وہ مرے اس حال میں کہ وہ اپنی رعیت کے حقوق میں خیانت کرتا ہو، مگر اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔[3] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے فرمایا (لو مات جمل ضیاعاً علی شط الفرات لخشیت ان یسالنی اللہ عنہ[4] اگر کوئی اونٹ ساحل فرات پر ضائع ہو کے مر جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اس معاملے کی بھی باز پرس کرے گا)۔ قرآنی تعلیمات میں عوام الناس کی فلاح و بہود کے پیش نظر حکمران اور افراد کو اسراف و تبذیر سے منع کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ ہمیشہ دعا فرماتے: (الّھم! اجعل رزق آل محمد قوتا[5] اے اللہ! آل محمد ﷺ کو موافق ضرورت روزی عطا فرما۔) اسلام کی مالیاتی پالیسی رہنمائی کرتی ہے کہ قومی وسائل کو زیادہ سے زیادہ افراد پر خرچ کیا جائے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اگر افراد حکومت کے خرچ ان کی آمدن سے زیادہ ہو جائیں تو ان کی آمدنیوں سے مصارف پورے نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے وسائل ناکافی ہو جاتے ہیں اور غرباء روز بروز تنگی کا شکار ہو جاتے

---

[1] محمد بن جریر، الطبری، **تاریخ الامم والملوک**، (بیروت (لبنان): دار الکتب العلمیۃ، 2003ء، ج:4، ص 69

Mūḥammad bin Jarīr, Tabrī, **Tareekh-Alūmam wa al-Malūk**, (Beirut (Libnon): Dār-alKūtab *al -Ilmīa, 2003), Vol: 4, p. 69*

[2] الانفال، 7

Al-Anfāl,7

[3] مسلم بن الحجاج بن مسلم، **الجامع الصحیح**، (الریاض: دارالسلام، 2000ء)، حدیث نمبر: 363

Mūslim bin al-Ḥajjāj bin Mūslim, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, (Riyadh: Dār-al-Salām, 2000), Ḥadīth#363

[4] محمد بن سعد الزھری، ابن سعد، **الطبقات الکبری**، (بیروت (لبنان): دار بیروت، 1957ء، ج3، ص 305

Muhammad bin Saʿd, Ibn Saʿd, **Tabaqāt-al-Kubra,** (Beirut (Libnon): Dār –Beirūt, 1957), Vol: 3, p.305

[5] مسلم بن الحجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 2427

Mūslim bin al-Ḥajjāj bin Mūslim, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, Ḥadīth#2427

ہیں۔[1]حکومت اور افراد معاشرہ کے تعاون سے ہی معاشرے میں بنیادی ضروریات سے محروم افراد خوشحال ہو سکتے ہیں۔ عصر حاضر میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ذمہ داریوں کے احساس اور ان کی ادائیگی ضروری ہے۔

روحانی اور مادی فلاح و بہبود:

قرآنی تعلیمات میں معیشت اور اخلاق میں گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی معیشت میں اخلاق کی اہمیت کو زیر بحث لاتے ہوئے "انسانی نفسیات کا تذکرہ یوں بیان کرتے ہیں کہ انسان کے مزاج میں منفی اور مثبت رجحانات پائے جاتے ہیں۔ بعض تخریبی تقاضے بھی انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں انسان کشمکش کا شکار رہتا ہے۔ اگر یہ کشمکش حدود کی پابند نہ ہو تو منفی رجحانات غالب آ جاتے ہیں اور مثبت رجحانات دب جاتے ہیں۔ معاشی زندگی میں بھی انسان اسی کشمکش کا شکار رہتا ہے۔ انسان ہوس، زر پرستی اور حرص و لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حرص و لالچ کا غلبہ اتنی شدت سے انسان پر مسلط ہو جاتا ہے کہ اس میں اپنے اور پرائے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے انسان کی اخلاقیات اور روحانیات کا، انسان کی معاشی زندگی سے انتہائی گہرا تعلق ہے۔"[2] اگرچہ قرآن میں مال و دولت کی محبت فطری بیان کی گئی ہے لیکن اسلام میں بخل قابل مذموم اخلاقی خرابی ہے۔ دراصل انسان مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ کو روکے رکھتا ہے۔ قرآن اس پہلو کی اصلاح اس طرح کرتا ہے۔

"اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُ کُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْ مُرُ کُمْ بِا لْفَحْشَآ ءِ ۔ وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةِ مِّنْهُ وَفَضْلا۔ وَاللّٰه ُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ"[3]

" شیطان تمھیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ وسعت والا اور علم والا ہے "

"ما من يوم يصبح العباد فيه إلا ملكان ينزلان فيقول احدهما: اللهم اعط منفقا خلفا، ويقول الآخر: اللهم اعط ممسكا تلفا"[4]

" کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ہاتھ روکنے والالے کا مال کو تلف کر دے"

---

1 عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد، ابن خلدون، مقدمۃ ابن خلدون، بیروت (لبنان): دارالفکر، ط۔الاولی، 2003ء، ج1، ص 169

Abd al-Raḥmān bin Muḥammad bin Muḥammad, Ibn Khaldūn , **Mūqdmah Ibn -e- Khaldūn**, (Beirut (Libnon): Dārāl-Fikar, 2003) , Vol: 1, p.169

2 محاضرات معیشت و تجارت، ص20

Mūhāzrāt e Maīshat o Tijārat, p.20.

3 البقرۃ، 268

Al Baqarā, 268

4 محمد بن اسماعیل، البخاری ،الجامع الصحيح، حدیث نمبر :1442

Mūḥammad bin Ismāʿīl,Al-Bukhārī, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, Ḥadīth#1442

منصفانہ تقسیم کے لیے قرآن وسنت میں ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی کی گی ہے۔ حقیقت میں انسان کا مال اللہ کی دی ہوئی امانت ہے اور اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: دولت مندی اور جاہ پسندی نے تم کو غافل کر دیا۔ پس ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال مگر تو نے جو صدقہ دے کر جاری کر دیا، یا کھا کر فنا کر دیا اور پہن کر پرانا کر دیا۔اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی مال ہے؟[1] بخل کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بخل کو ناپسند اور سخاوت کو پسند فرمایا ہے۔ تم اللہ کے راستے میں گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تجھے گن کر دے گا۔ جہاں تک ہو سکے خیرات کرو۔[2] اہل وعیال، اقرباء، ہمسائیوں، مہمانوں، غرباء اور مساکین کی مالی معاونت پر اجر وثواب کے ساتھ رزق میں فراخی کا بھی وعدہ کیا ہے۔ قرآن ایک مومن کی اس نہج پر تربیت کرتا ہے کہ حقیقی رزق اللہ تعالیٰ کا ہے اور بطور نائب خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

"اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ"[3]

"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں سے اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) نائب بنایا ہے پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے"

انسان اللہ کا نائب ہونے کی حیثیت سے اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں پر خرچ کر کے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام میں سود کی بھی قطعی حرمت ہے۔ سود انسان کی روح اور اخلاق کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسلام میں معاشی ترقی مادی وسائل میں فراوانی کے ساتھ مسلمانوں کے روحانی اور اخلاقی ارتقاء ہے۔ عصر حاضر میں افراد معاشرے غربت کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی خرابیوں میں بھی مبتلا ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں جرائم اور بے حیائی کی شرح بڑھ رہی ہے۔ مغربی معاشروں میں بغیر شادی کے ازواجی تعلقات اور ہم جنس پرستوں کو رشتہ ازواج میں منسلک کیا جا رہا ہے۔ یہ بے حیائی اسلامی معاشروں کا بھی رخ کر چکی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم میں مردوں کی ہم جنس پرستی کی بے حیائی پر فرمایا تھا۔(اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ[4] ترجمہ: تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کی)۔ قوم لوط علیہ السلام پر اُن کے اس جرم کی وجہ سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ اسی طرح چھوٹی بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے کیس بھی منظر عام پر آ رہے ہیں۔ درحقیقت اسلام میں شرم وحیا ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (الحیاء لا یاتي إلا بخیر،[5] ترجمہ: حیا صرف بھلائی ہی لاتی ہے)۔ شرم وحیا انسان کے تعمیر کردار کے لیے نہایت اہم ہے۔ جس معاشرے میں بے حیائی پھیل جائے وہ زوال

---

[1] محمد بن عیسی، الترمذی، السنن، حدیث نمبر: 2342

Muḥammad bin ʿĪsā, Al-Tirmidhī, **Al-Sūnan**, Ḥadīth#2342

[2] محمد بن اسماعیل، البخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 1434

Mūḥammad bin Ismāʿīl, Al-Bukhārī, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, Ḥadīth#1434

[3] الحدید، 7

Al-Ḥadīd ,7

[4] الاعراف، 80

Al-Aʻraf, 80

[5] مسلم بن الحجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 156

Mūslim bin al-Ḥajjāj bin Mūslim, **Al-Jāmiʿal-Sahaīh**, Ḥadīth#156

کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاست میں معاشرے میں پھیلنے والے بے حیائی کے تمام عناصر کا سد باب اور پاکیزہ ماحول کو پروان چڑھانے کے لیے عملی اقدامات کیے جانے ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ اسلام میں زنا اور چھوٹی بچی پر جنسی زیادتی کی صورت میں شرعی حدود کا نفاذ ضروری ہے۔ اسلامی معاشرہ میں فرد کی اخلاقی تربیت ضروری ہے تاکہ افراد روحانی طور پر خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ فضائل اخلاق کی ترویج کے لیے عملی اقدامات کرے تاکہ معاشرے سے بے حیائی اور فحاشی کا خاتمہ ہو سکے۔ حکمران کا فرض ہے کہ وہ قیام نماز کا اہتمام کروایں۔ حدود کا نفاذ کیا جائے۔ اس طرح معاشرتی برائیوں ناچ گانے کی محفلوں، مخلوط مجالس، فحش فلموں اور بے حیائی کو پھیلانے والے تمام عناصر کا سد باب کرنا ضروری ہے تاکہ ہماری نوجوان نسل ان برائیوں سے محفوظ رہے اور شرم و حیاء پر مبنی معاشرے قائم ہو سکے۔

دنیا اور آخرت کی کامیابی:

دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین ہونے کی صورت میں ایک مسلمان معاشرے میں بسنے والے دوسرے افراد کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھتا ہے اور اس کے بارے میں حکم الٰہی سے پہلو تہی نہیں کرتا۔ قرآن حکیم میں قارون کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس قصہ میں عبرت و نصیحت کے کئی پہلو ہیں۔ مال و دولت پر تفاخر اور افراد معاشرہ کے فلاح و بہبود کو نظر انداز کرنے سے انسان عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ"[1]

"اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے"

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

"قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کر تاکہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔۔۔۔ ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک و احسان کر کے اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ایذ رسانی سے باز آ جا۔ اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا"[2]

قارون کی شان و شوکت کو دیکھ کر ارد گرد کے افراد میں بھی حسرت پیدا ہوئی۔ اہل علم لوگوں نے اس موقع پر افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٭ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ"[3]

---

[1] القصص، 77

Al-Qasas, 77

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو، ابوالفداء، عماد الدین، **تفسیر القرآن العظیم**، دار الفکر، ج:1، ص 441

Ibn Kaṯīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, Abū al-Fidāʾ, Al-Damishqī, **Tafseer al-Qurʾān al-ʿaẓeem**,(Dār ul Fīkar), Vol:1, p. 441

[3] القصص، 81

Al-Qasas, 81

"ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر وسہارے والے ہوں۔ (آخر کار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا"

سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ

"اس آیت میں اللہ کے ثواب سے مراد ہے وہ رزق کریم جو حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے محنت و کوشش کرنے کے نتیجے میں انسان کو دنیا اور آخرت میں نصیب ہو۔ اور صبر سے مراد ہے اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھنا، لالچ اور حرص و آز کے مقابلے میں ایمانداری اور راستبازی پر ثابت قدم رہنا، صداقت و دیانت سے جو نقصان بھی ہوتا ہو یا جو فائدہ بھی ہاتھ سے جاتا ہو اسے برداشت کرلینا، ناجائز تدبیروں سے جو منفعت بھی حاصل ہو سکتی ہو اسے ٹھوکر مار دینا، حلال کی روزی خواہ بقدر سدِّ رمق ہی ہو اس پر قانع و مطمئن رہنا، حرام خوروں کے ٹھاٹھ دیکھ کر رشک و تمنا کے جذبات سے بے چین ہونے کے بجائے اس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہ ڈالنا اور دل سے یہ سمجھ لینا کہ ایک ایماندار آدمی کے لیے اس چمکدار گندگی کی بہ نسبت وہ بے رونق طہارت ہی بہتر ہے جو اللہ نے اپنے فضل سے اس کو بخشی ہے، رہا یہ ارشاد کہ یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو تو اس دولت سے مراد اللہ کا ثواب بھی ہے اور وہ پاکیزہ ذہنیت بھی جس کی بنا پر آدمی ایمان و عمل صالح کے ساتھ فاقہ کشی کر لینے کو اس سے بہتر سمجھتا ہے کہ بے ایمانی اختیار کر کے ارب پتی بن جائے۔"[1]

اسی طرح قرآن حکیم میں قوم شعیب کی ہلاکت کی وجہ انسانوں کی فلاح و بہود سے اجتناب کرنا اور ان کو دھوکہ دینا بتایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"[2]

"پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں اس کے بعد اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمھارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو"

"وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۔[3] وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

---

[1] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، **تفہیم القرآن**، لاہور: اسلامی پبلیکشنز، 2005ء، ج: 3، ص: 663

Mawdudī, Abu'lA'la, Sayyid, **Tafheem-ul-Qur'ān**, (Lahore: Tarjamān-ul-Qu'ran, 2005), Vol: 3, p.663

[2] الاعراف، 85

Al A‘rāf, 85

[3] ھود، 84

Hūd,84

الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِہِمۡ جٰثِمِيۡنَ"[1]

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو تو میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے۔ جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے"

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارتی معاملات میں بدعنوانی سے منع فرمایا ہے۔(من غش فلیس منا[2]، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ملاوٹ کرتا ہے)) ناپ تول میں عدل کے ساتھ احسان کے معاملے کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے (زن وارجح[3]، تو تو جھکتا ہوا تولو) اسلام تجارت کے معاملے میں بائع اور مشتری دونوں سے احسان کا مظاہرہ اور فراخدلی کا رویہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔فروخت کار کو ناپ تول میں کمی کرنے کی بجائے فروخت کار کو ناپ تول سے زیادہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ معاشی اعتبار سے کمزور افراد کو کم قیمت پر اشیاء فروخت کرنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ معاشی سرگرمیاں اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر احسن طریقے سے جاری رہیں۔ قارون اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصے سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے میں بسنے والے افراد کے معاشی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔اس سے کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو کر رہتا ہے۔ نیز معاشرے کے خوشحال افراد کو تکبر سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تکبر انسان کی دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے جب کہ عاجزی وانکساری سے انسان دنیا اور آخرت کی فلاح سمیٹ سکتا ہے۔اسی طرح قرآن حکیم میں سود کی واضح طور پر حرمت آئی اور سود سے باز نہ آنے والے افراد کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا‌ ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَهٗ مَوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ فَانۡتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمۡرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ‌ؕ وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ"[4]

"جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس جن نے لپٹ کر کھو دیے ہیں، یہ حالت ان کی اس لیے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے

---

[1] ھود، 11

Hūd,11

[2] محمد بن عیسی، الترمذی، السنن، حدیث نمبر: 1315

Muḥammad bin ʿĪsā, Al-Tirmidhī, **Al-Sūnan**, Ḥadīth#1315

[3] محمد بن یزید، ابن ماجہ، السنن، حدیث نمبر: 2220

Muḥammad bin Yazīd Ibn Mājah, **Al-Sūnan**, Ḥadīth#2220

[4] البقرۃ، 275

Al Baqarā, 275

اور سود کو حرام کیا ہے، پھر جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا رہا، اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اور جو کوئی پھر سود لے وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے "

مغربی مفکرین نے سود کو عامل پیدائش کی حیثیت سے معاشی سر گرمیوں میں شامل کرر کھا ہے جو کہ انسانی فلاح و بہبود کو تباہ و برباد کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ سود معاشی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنے کی بجائے ارتکاز دولت کو تقویت دیتا ہے جس سے معاشرہ دو طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ جو کہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ غربت و افلاس کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ غریب طبقہ ہی امیر طبقہ کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور معاشرتی امن و سکون ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کا تصور فلاح و بہود انسانوں کی معاشی خوشحالی کے لیے رہنما اصول دیتا ہے مثلاًزکوۃ اور صدقات کا نفاذ۔ ایسے تمام امور کی ممانعت کرتا ہے جس سے انسانی فلاح و بہبود میں اضافہ کی بجائے کمی ہو مثلاً سود۔ ریاست کی معاشی پالیسیوں میں فلاح عامہ کو اولین ترجیح دیتا ہے تاکہ معاشرے کے پسماندہ طبقے کی ضروریات بطریق احسن پوری ہوتی رہیں۔ ایسی معاشی پالیسی اور عملی اقدامات کو ضروری قرار دیتا ہے جس سے معاشرہ کا خوشحال طبقہ پسماندہ طبقہ کا استحصال کرنے اور اُن کے حقوق پر دست درازی کرنے کی بجائے اُن کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق افراد معاشرہ کی مادی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے روحانی اور اخلاقی اقدار کا خیال رکھا جائے۔ کسی انسان پر زیادتی کرکے یا دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرکے عارضی طور پر تو انسان خود کو مالی طور پر کامیاب سمجھ لیتا ہے لیکن در حقیقت وہ گھاٹے کا سودا کرتا ہے اور آخرت کو برباد کر بیٹھتا ہے۔ ایک مومن کو دنیاوی فلاح کے ساتھ اپنی اُخروی فلاح کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے تاکہ خود کو چکنا چور کر دینے والی جگہ سے خود کو بچا سکے۔ قرآنی تصور فلاح و بہود کی روشنی میں اہم تجاویز درج ذیل ہیں:

- حکومت کو پسماندہ افراد کی خوشحالی کے لیے زکوۃ اور دیگر مالی اقدامات کرنے چاہیں۔
- معاشی طور پر مستحکم افراد معاشرہ کو غرباء اور مساکین کی مالی اعانت کرنی چاہیے۔
- ملکی خزانہ میں اسراف و تبذیر اور بد عنوانی سے اجتناب کرتے ہوئے عوام کی فلاح کو مقدم رکھنا چاہیے۔
- مادی فلاح کے ساتھ روحانی اور اخلاقی اصلاح کے لیے اخلاق رذیلہ مثلاً بخل اور سود وغیرہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کی بنیاد پر تکبر سے گریز کرنا چاہیے۔
- معاشی معاملات میں دنیاوی فوائد کے ساتھ ساتھ آخرت کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔

@ 2022 by the author، this article is an open access article distributed
Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution
(CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)